# احکام شرعیہ میں ضرورت وحاجت کا اعتبار: ایک علمی جائزہ

# The Position of needs and utilities in rulings: An Analysis

ڈاکٹر محمد طاہر (اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اسلامیات، عبد الولی خان یونیورسٹی، مردان، خیبر پختونخوا)

ڈاکٹر محمد فیاض (اسسٹنٹ پروفیسر، ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک اینڈ ریلیجئیس سٹڈیز، ہزارہ یونیورسٹی، مانسہرہ)

**Abstract**

The Islamic Jurists have derived the principles of Islamic Jurisprudence from the Quran and Sunnah. These principles provide a guideline for solving the newly emerging problems. As per Islamic Juresprudence, in the interpretation and understanding of any issue, where texts are considered, objectives of Shariah are also taken into account. And the fact is that ordenence or issue are interpreted which taking help from law on surface level, confusion is created.

In this perspective, Islamic jurists have compiled the legal maxim الضرورة والحاجة (Needs and Utility).The Needs are superiors than utilities. They have different applications.

In these lines the definitions, kinds, limitations and conditions. On the present study, the philosophy of Utility and Needs have been analysedin a scholarly manner.

Keyword: Needs, Utilities, applications

فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم نے قرآن اور سنت کے ذخیرہ کو سامنے رکھ کر بڑی انتھک محنت سے فقہ اسلامی کی اصول وضوابط مستخرج کئے ہیں جو ہر زمانے کے پیدا شدہ جدید مسائل واحکام کے حل کرنے میں رہنما ثابت ہو چکے ہیں اور ہوتے رہیں گے۔ انہیں اصول اور ضابطوں میں سے اہم فقہی ضابطہ ضرورت وحاجت ہے، ضرورت اس بات کی ہے کہ اس دور کے پیدا شدہ مسائل کو بغور دیکھا جائے۔ ضرور وحاجت کے مصداق کے ماتحت کون سے مسائل آتے ہیں اسی طرح ضرورت وحاجت کی تعریفات، اقسام، حدود اور شرائط کیا ہیں۔ مقالہ ھذا میں یہ امور قابل بحث ہونگے۔

## ضرورت کی لغوی تعریف

علماء لغت ضرورت کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

الضرورة: بفتح فضم من الإضطرار، الحاجة الشديدة والمشقة والشدة التي لا مدفع لها: ضرورت، ضاد کی زبر اور راء کی پیش کے ساتھ مشتق ہے اضطرار سے اور وہ ایسی حاجت ومشقت اور پریشانی کانام ہے جس کے دفعیہ کے لئے کوئی چیز موجود نہ ہو[1] اورامام خلیل فراہیدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:والضرورة: اسم لمصدر الاضطرار اور یہ اضطرار کا اسم ہے جو ضرورت سے مشتق ہے اور نفع کی ضد ہے[2]۔

## ضرورت کی اصطلاحی تعریف

فقہ اسلامی کی اصطلاح میں ضرورت کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ انسان مشقت اور مصیبت کی اس حد کو پہنچ جائے کہ حرام اور ممنوع چیز کو اختیار نہ کیاجائے توہلاکت یاقرب ہلاکت کا اندیشہ ہے۔اکثر فقہاءؒ نے اسی تعریف کو بیان کیا ہے : الضرورةفي الشرع: بلوغ الإنسان حدا إن لم يتناول الممنوع هلك أو قارب[3]۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ضرورت کی اصطلاحی تعریف یہ فرمائی ہے:ضرورت اس حاجت کانام ہے کہ انسان اگر حرام وممنوع چیز استعمال نہ کرے توہلاک ہونے یاہلاکت کی قریب ہونے کا قوی اندیشہ ہو[4]۔

فقہاء حنفیہؒ فرماتے ہیں:فالضرورة بلوغه حدا إن لم يتناول الممنوع هلك إذا قاربه، وهذا يبيح تناول الحرام. ضرورت اس مجبوری کانام ہے کہ انسان کی مشقت اس حد تک پہنچ جائے کہ اسے اپنی جان یاکسی عضو کے ہلاک ہونے کا خطرہ ہو۔اور یہ حرام کو مباح کردیتی ہے[5]۔

ان تمام تعریفات سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ ضرورت ایسی مشقت ومجبوری کو کہاجاتا ہے جس میں اضطرار کی کیفیت پیداہوتی ہے۔

## حاجت کی لغوی تعریف

علامہ زبیدی حاجت کی لغوی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں :إن الحاجة تطلق على نفس الافتقار،وعلى الشيء الذي يفتقر إليه. حاجت کا اطلاق احتیاج پر ہوتا ہے اور اس چیز پر بھی جس کی احتیاج پائی جاتی ہو۔ابن فارس حاجت وضاحت کرتے ہوئے :أحوج الرجل:إحتاج. ويقال أيضا:حاج يحوج،بمعنى احتاج :حاجت وہ چیز ہے جس کی طرف انسان کو احتیاج ہو[6]۔

یعنی لغوی اعتبار سے حاجت کی اطلاق اس چیز پر ہوتی ہے جس کے بغیر انسان پریشان ہو۔

## حاجت کی شرعی تعریف

شرعی اصطلاح میں حاجات سے مراد وہ امور ہیں جن کی انسان کو حاجت ہو بایں طور کہ اگر اس سے صرف نظر کی جائے تو انسان کو حرج ومشقت کا سامنا کرنا پڑے لیکن ضرورت کی طرح کسی مصلحت کے بالکلیہ فوت ہونے کا اندیشہ نہ ہو۔چنانچہ علامہ شاطبی فرماتے ہیں:وأما الحاجيات،فمعناها أنها مفتقر إليهامن حيث التوسعة ورفع الضيق المؤدي في الغالب إلى الحرج والمشقة اللاحقة بفوت المطلوب[7]۔

اور موسوعة الفقهيه میں حاجت کی تعریف اس طرح بیان ہوا ہے:اصطلاح فقہ میں حاجت اس کو کہتے ہیں کہ جس کی وسعت وفراخی میں احتیاج ہو جس کے بغیر عام طور پر حرج ومشقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے[8]۔

اکثر فقہاء بھی حاجت کی تعریف یہ فرماتے ہیں:حاجت کا معنی یہ کہ اس کی ضرورت بایں معنی ہو کہ تھوڑی وسعت پیدا کر کے اس تنگی کو دور کیا جائے جس سے اکثر حرج ومشقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے جو مطلوب کے فوت ہونے سے پیدا ہوتی ہے،لہٰذا اگر اس سے چشم پوشی کی جائے تو لوگوں پر فی الجملہ حرج وتنگی لاحق ہو لیکن اس کی رعایت نہ کرنے میں پیدا ہونے والی خرابی اس درجہ کی نہ ہو جو عام مصالح کی رعایت نہ کرنے کے نتیجہ میں پیدا ہوتی ہے[9]۔

علامہ ابوزہرہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:حاجت کا درجہ یہ ہے کہ اس سے متعلق حکم شرعی مصالح خمسہ (تحفظ دین ،تحفظ نفس،تحفظ عقل، نفس،اور نسل)میں سے کسی مصلحت کی حفاظت کے لئے نہ ہو بلکہ اس کا مقصد یہ ہو کہ مصالح خمسہ کو جس حرج ومشقت کا سامنا ہو ااسے دور کر دیا جائے[10]۔

اس کا خلاصہ یہ ہوا کہ حاجت اس چیز کا نام ہے جس کا انسان محتاج ہو مگر اس کے بغیر انسان عسر کے ساتھ باقی رہے۔

## ضرورت اور حاجت میں فرق

ضرورت اور حاجت کے مابین فقہاء نے امتیازی فرق یہ بیان فرمائی ہیں:ضرورت میں ہلاکت کا اندیشہ قوی ہوتا ہے اور اس کے اسباب سامنے موجود ہوتے ہیں اور حاجت میں محض مشقت شدیدہ کا اندیشہ ہوتا ہے جیسا کہ موسوعة الفقهيه میں ہے:

"حاجت اور ضرورت کے مابین فرق یہ ہے کہ حاجت اگر مشقت وپریشانی میں مبتلا کرنے والی ہو تو یہ ضرورت سے کم درجہ کی چیز ہوئی اور ضرورت میں ابتدائی درجہ یہ ہے کہ اس کے نہ ہونے کی وجہ سے ہلاکت یقینی ہوتی ہے"[11]۔

بعض فقہاء نے اس طرح فرق بیان کیا ہے کہ ضرورت کے بغیر دینی ودنیاوی مصالح کا قیام ناممکن ومحال ہو جاتا ہے اس کے برعکس حاجت ایسی چیز ہے کہ جس کے بغیر انسان پریشان اور تکلیف میں تو مبتلا ہو جاتا ہے لیکن اس کے فقدان سے دینی ودنیاوی مصالح کا قیام ناممکن نہیں ہو جاتا اور نہ حیات انسانی ہلاکت کا شکار ہو جاتی ہے[12]،یہی وجہ ہے کہ حاجت کی وجہ سے حرام کو حلال تو نہیں کیا جاتا البتہ بہت سے احکام میں سہولت اور رعایت دے دی جاتی ہے۔

## احکام شرعیہ میں ضرورت کا اعتبار

احکام شرعیہ میں ضرورت کا اعتبار کیا جاتا ہے جس کا ثبوت ادلہ اربعہ (کتاب، سنت، اجماع، قیاس) سے ہے۔

1 قرآن کریم

ضرور کے وقت حرام اور ممنوع چیزیوں کا مباح اور جائز ہونا قرآن کریم کے مندرجہ ذیل آیات کریمہ سے ثابت ہے:

i إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ[13]۔

ii فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِإِثْمٍ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ[14]۔

iii وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ إِلَيْهِ[15]۔

iv فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَإِنَّ رَبَّكَ غَفُورٌ رَحِيمٌ[16]۔

v فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ[17]۔

ابو بکر الجصاص رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ضرورت کے وقت رخصت پر عمل کرنا واجب اور فرض ہو جاتا ہے[18] کیونکہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے: وَلَا تُلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ[19] اسی طرح ارشاد ہے: وَلَا تَقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا[20]۔

2 سنت

"عن أبي واقد الليثي، قال: قلت: يا رسول الله، إنا بأرض تصيبنا بها مخمصة، فما يحل لنا من الميتة؟ قال: «إذا لم تصطبحوا،ولم تغتبقوا، ولم تحتفئوا بقلا، فشأنكم بها"[21]۔

ترجمہ: سیدنا ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اگر ہم کسی سرزمین میں ہوں اور شدت کی بھوک محسوس کریں تو ہمارے لئے میتہ کب حلال ہے؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تک تمہیں صبح وشام دودھ ملے یا اس زمین میں گھاس موجود ہو اس وقت تک حلال نہیں اور اگر یہ بھی دستیاب نہ ہو تو اس سے فائدہ اٹھا سکتے ہو۔ اس روایت سے یہ بات معلوم ہوئی کہ احکام شرعیہ میں ضرورت معتبر ہے۔ اسی طرح ارشاد نبوی ہے: اسلام میں ضرر اٹھانا اور پہونچا دونوں جائز نہیں[22]۔

3 اجماع

علماء امت کے اس طرح احکام میں ضرورت کے اعتبار پر اجماع ہے، چنانچہ آج تک کسی نے اسے غیر معتبر قرار نہیں دیا۔

4 قیاس:

جب یہ بات مسلم ہے کہ احکام شرعیہ کے مقاصد حفظ امور خمسہ ہیں لہذا ان کی حفاظت بہر صورت واجب ہو گی لیکن ان کی حفاظت کی راہ میں بعض مرتبہ رکاوٹ پیدا ہو سکتی ہے لہذا اس رکاوٹ کو دور کر کے اصل مقصد کی حفاظت کی جائے گی، اس اصول کو فقہاء کرام نے مد نظر رکھ کر یہ قواعد مستنبط کیے ہیں: الضرورات تبيح المحظوارت[23] "المشقة تجلب التيسير[24]" ان سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ محرمات شرعیہ کی اباحت میں ضرورت کے دخل واثر کی بات معتبر ہے۔

ڈاکٹر وھبہ لکھتے ہیں: ضرورت ایک ایسا کامل نظریہ ہے جو تمام احکام شرعیہ پر مشتمل ہے جس کی وجہ سے ایک ممنوع شی مباح اور کسی واجب کا ترک جائز ہو جاتا ہے[25]۔

ضرورت کا اثر مختلف محرمات میں جداگانہ ہے، کہیں رفع اثم اور نفی اثم یا رفع حرمت ہے، اور کہیں اباحت مطلقہ اور اسے ارتکاب کے وجوب کی حد تک ہے کہ اگر اسے فائدہ نہ اٹھایا تو گنہگار اور قابل مواخذہ ہو گا، اس کے متعلق مفسرین اور اصولیین کی عبارات ملاحظہ ہو: (فلااثم علیہ) فلا إثم عليه في أكله إن أكله[26]۔

اس پر کوئی گناہ نہیں، بلکہ بسااوقات استعمال نہ کرنے کی صورت میں گنہگار ہو گا۔ بلاشبہ اللہ مغفرت کرنے والے بڑے رحیم ہیں، چنانچہ اسی سبب سے اس کے استعمال کی حرمت کو ختم کر کے رخصت مرحمت فرمائی۔ بعض حضرات کا خیال ہے کہ حرمت علی حالہ باقی رہتی ہے البتہ مضطر سے گناہ ساقط کر دیا جاتا ہے[27]۔

ان الله غفور الرحيم،أي يغفر المعاصي، فأولى لا يؤاخذ بما رخص فيه، ومن رحمته أنه رخص[28]۔

ترجمہ: بیشک اللہ مغفرت کرنے والے بڑے رحم والے ہیں کہ گناہوں کو معاف فرمادیا تو یہ خدا کی رحمت ہے کہ اس نے رخصت عطا کی

ان التحريم يرتفع ذلک بحکم الإستثناءويکون مباحا۔ کیونکہ حرمت اس استثناء کے طورپر زائل کر دیتی ہے اور وہ شی مباح ہو جاتی ہے۔

کتب اصول میں ہے: فمن اضطر۔۔۔جو شخص میتہ، خون یا کسی حرام شی کے استعمال میں مجبور ہو تو اس کے استعمال میں کوئی گناہ نہیں[29]۔

اور ابن عابدین فرماتے ہیں: الأكل للغذاء والشرب للعطش ولو من حرام أو ميتة أو مال غير وإن ضمنه فرض[30]۔ بھوک پیاس کے وقت کھانا پینا اگرچہ حرام مال سے یا میتہ یا غیر کے مال سے ہو اور اسکے کھانے سے وہ ضامن ہو فرض ہے اور اس پر ثواب ملے گا، کیونکہ حدیث میں اسی کا حکم ہے[31]، بلاشبہ اللہ اجر دیتے ہیں، تمام چیزوں میں حتیٰ کہ اس لقمہ میں بھی جس کو انسان اپنے منہ تک لے جاتا ہے، اسکے باوجود اگر کوئی کھانا پینا ترک کر کے ہلاک ہو جائے تو گنہگار ہو گا، کیونکہ اس نے خود کو ہلاکت میں ڈالا، اور آیت کریمہ میں اس کے متعلق ممانعت وارد ہے۔

### ضرورت اور مصالح عامہ

اجتماعی ضرورت میں وہ مصالح عامہ آتے ہیں جن کا تعلق فرد سے نہیں بلکہ ملک وملت کے تمام افراد سے ہوتا ہے۔فقہاء کرام نے ضرورت کو ان اجتماعی امور میں بھی موثر قرار دیاہے جن سے پوری سوسائٹی کے مفادات وابستہ ہوں اور اگر وہاں ضرورت کے اصول کے تحت مخصوص احکام صادر نہ کئے جائیں تو پوری جماعت کا مفاد خطرہ میں پڑ سکتا ہو۔

فقہاءاسلام نے اسی طرح مصالح عامہ کو ضرورت کے ضمن میں شمار کیاہے اور ان کو پانچ قسموں میں تقسیم کیاہے۔1:تحفظ دین 2:تحفظ جان 3:تحفظ عقل 4:تحفظ نسب 5:تحفظ نسب[32]۔

### ضرورت کے معانی اور مفاہیم اور شرعی احکام پر ان کے اثرات

ضرورت کا اطلاق مختلف معانی میں ہوتاہے اور شریعت اسلامی میں ہر ایک کا حکم جدا ہے، جس کو علامہ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ نے مندرجہ ذیل اقسام میں بیان کیاہے:

1 ضرورت بمعنیٰ اضطرار:اضطراری ضرورت سے مراد یہ ہے کہ انسان ایسی مجبوری میں مبتلا ہو جائے کہ اگر حرام اور ممنوع اشیاء کا استعمال نہ کیا جائے تو جان یا اعضاء کی ہلاکت کا خطرہ ہے تو ایسی ضرورت کی وجہ سے ایسے حرام امور کا اختیار کرلینا جائز ہوتاہے جن کی حرمت قطعی ہو مثلامیتہ اور رسود کھانا،اسی طرح شرب خمر اور کلمہ کفر کا زبان پر جاری کرلینا حالانکہ ان تمام امور کی حرمت نص قرآنی سے ثابت ہے[33]۔

2 ضرورت بمعنی حاجت

اس کا مفہوم یہ ہے کہ انسان کا ایسی مجبوری میں مبتلا ہو جانا کہ اگر حرام اشیاء کا استعمال نہ کیا جائے گا تو جان یا اعضاء کی ہلاکت کا خطرہ تو نہیں ہے سخت مشقت اور دشواری سے دوچار ہونا پڑتاہے۔تو اس ضرورت کی وجہ سے حرام قطعی کا استعمال جائز نہیں ہوتا۔اسی کو فقہاء نے اس طرح بیان کیاہے:اور ضرورت بمعنی حاجت یہ ہے کہ بھوکا انسان اگر کھانے کو کچھ نہ پائے تو اس کی وجہ سے ہلاک اور قرب ہلاک کی تو نہیں ہو گا البتہ وہ تکلیف اور مشقت میں رہے گا تو اس درجہ کی ضرورت قطعی حرام کو مباح نہیں کر سکتی البتہ روزہ دار کے لئے افطار کرنے کی اجازت ہے[34]۔

البتہ حاجت کی وجہ سے جو مشقت پیش آتی ہے اس کو رفع کرنے کے لئے ایسے ممنوع امور کا اختیار کرلینا جائز ہے جن کی ممانعت دلیل ظنی سے ثابت ہو جیسا کہ روزہ توڑ دینے اور اس کی وجہ سے وجوب کفارہ کا حکم حدیث سے ثابت ہے۔ چنانچہ سیدنا ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ایک شخص نے رمضان میں روزہ توڑ دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک غلام آزاد کرکے یا پے درپے ساٹھ روزے رکھ کر یا ساٹھ مسکینوں کھانا کھلا کر کفارہ ادا کردے، تو اس شخص نے عرض کیا کہ میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک ٹوکرا آیا جس میں کھجوریں تھیں تو اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو لے کر صدقہ کردو تو اس شخص نے کہا میں اپنے سے زیادہ اس کا محتاج کسی کو نہیں پاتا ہوں، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسی آگئی حتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دندان مبارک ظاہر ہوگئے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو کھالو[35]۔

## 3 ضرورت بمعنی منفعت

اسی ضرورت کے وقت ممنوع قطعی (حرام) اور ممنوع ظنی (مکروہ تحریمی) امور کا اختیار کرنا جائز نہیں ہے بلکہ صرف مباح امور کا اختیار کرنا جائز ہوسکتا ہے۔ مثلاً کسی عمدہ غذا کی خواہش ہو تو عمدہ غذا کھالینا جائز ہے۔ فقہاء فرماتے ہیں: والمنفعة كالذي يشتهي خبز البر، ولحم الغنم والطعام[36]۔

## 4 ضرورت بمعنی زینت

زینت اور آرائش کی خواہش کرنا مثلاً بہترین کار، موبائل، اور عمدہ لباس وخوراک کی تمنا کرنا چنانچہ فقہاء کرامؒ فرماتے ہیں: "والزينة كالمشتهي الحلوى والسكر"[37]۔

## 5 ضرورت بمعنی فضول

اس کا مطلب یہ ہے حرام اور ناجائز امور کی خواہش کرنا اور ان کو استعمال کرنا: وأما الفضول: (فهو) التوسع بأكل الحرام أو الشبهة[38]۔ اور فضول کا مطلب یہ کہ حرام اور مشتبہ چیزوں کو کھانے میں توسع پیدا کرنا۔

ان پانچ قسموں کے احکام یہ ہے: قسم اول ضرورت بمعنی اضطرار میں ممنوعات قطعی بھی بقدر ضرورت جائز ہوتی ہے اور قسم دوم ضرورت بمعنی حاجت میں صرف ممنوعات ظنی جائز ہے نہ قطعی۔باقی اقسام میں نہ قطعی جائز ہے اور نہ ظنی۔

## ضرورت معتبرہ کے حدود

ضرورت معتبرہ جس کو قرآن کریم اضطرار کی الفاظ سے تعبیر کرتا ہے اس کی حد قرآنی اشارات کی روشنی میں فقہاء کرام نے یہ متعین کی ہے کہ بھوک کی وہ حالت جو ہلاکت کا سبب بن جائے، یا سخت مہلک مرض جس کا بروقت علاج، اگرچہ ناجائز چیز ہی سے کیوں نہ ہو، یہ صورتیں اضطرار کی حد میں داخل ہیں[39]۔

علامہ شوکانی رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کے مطابق بعض مالکیہ کے نزدیک تین دن تک اگر بھوک یا مرض کی حالت میں زندہ رہ سکتا ہو تو اتنے دنوں میں انتظار کرنے کے بعد ہی محرمات کے استعمال کی اجازت ہو گی۔واختلفوا في الحالة التي يصح فيها الوصف بالاضطرار ويباح عندها الأكل. فذهب الجمهور إلى أنها الحالة التي يصل به الجوع فيها إلى حد الهلاك أو إلى مرض يفضي إليه،وعن بعض المالكية تحديد ذلك بثلاثة أيام[40]۔

وہ حالت جسے اضطرار سے موصوف کیا جائے اور جس کی وجہ سے حرام کا کھانا مباح ہو جاتا ہے، اس میں اختلاف ہے: جمہور علماء نے فرمایا کہ آدمی کا بھوک کی ایسی حالت کو پہنچ جانا جو ہلاکت کا ذریعہ بنے یا ایسے مرض کی طرف پہنچادے جو ہلاکت کا سبب بنے، اور بعض مالکیہ نے اس کی تین دن سے تحدید کی ہے۔

## ضرورت معتبرہ کی شرائط

ضرورت معتبرہ کی پانچ شرائط ہیں جب یہ پا ئی جائیں گی تو سمجھا جائے گا کہ واقعی ضرورت یہاں پر متحقق اور وہ یہ ہیں:

1 جب مشقت و مجبوری حالت اضطرار کی ہو یعنی جان کی ہلاکت یا قریب ہلاک ہونا یقینی ہو۔معمولی تکلیف و مرض کا یہ حکم نہیں ہے۔

2 جب ضرورت کے وقت حرام اور ممنوع چیز کے کوئی متبادل موجود نہ ہو مثلا: اکل میتہ، خنزیر، مال سود اور شرب خمر اس وقت جائز ہے جب کہ کوئی دوسری حلال موجود و مقدور نہ ہو۔

3 جب ضرورت کے وقت اس حرام کے استعمال کرنے سے جان کا بچ جانا یا اس ضروری کام کا ہو جانا عادتاً یقینی ہو، جیسے بھوک سے مضطر کے لئے ایک دو لقمہ حرام گوشت کا کھالینا اس کی جان بچانے کا یقینی سامان ہے اگر کوئی دوا ایسی ہے کہ اس کا استعمال مفید تو معلوم ہوتا ہے مگر اس سے شفاء یقینی نہیں تو اس دوائے حرام کا استعمال آیت مذکورہ کے استثنائی حکم میں داخل ہو کر جائز نہیں ہو گا۔

4 اس حرام چیز کی استعمال سے لذت حاصل کرنا مقصود و مطلوب نہ ہو۔

5 اس ممنوع قطعی کو بوقت مجبوری ضرورت سے زائد استعمال نہ کرے[41]۔

خلاصہ بحث

1 ضرورت کا لغوی معنی ضرر و نقصان کے ہیں اور اصطلاح شرع میں ایسے شدید خطرہ کو کہتے ہیں جس کی موجودگی میں مصالح کا بقا متحقق نہ ہو، فقہاء عام طور پر اس کا استعمال حالت اضطرار و اکراہ کے مواقع پر کرتے ہیں۔

2 حاجت کا لغوی معنی محتاجی ہے، اور اصطلاح شرع میں اس محتاجی کو کہتے ہیں کہ اگر اس کا استعمال نہ کرے تو مشقت اور حرج میں پڑ جائے، اس کا استعمال عام طور پر ایسی مشقت اور تنگی کے موقع پر ہوتا ہے جہاں اس کے خلاف کوئی نص موجود نہ ہو۔

3 ضرورت میں محرم لذاتہ اور حاجت میں محرم لغیرہ مباح ہوتا ہے، دوسرا فرق یہ ہے کہ حاجت کا درجہ اباحت میں ضرورت سے کم ہوتا ہے، ضرورت میں شئی محرم کے عدم استعمال سے ہلاکت اور حاجت میں تنگی میں گرفتاری ہوتی ہے۔

4 ضرورت کا اعتبار شریعت میں ہوتا ہے۔ محرمات کی اباحت میں ضرورت موثر ہوتی ہے، جس کا ثبوت آیات قرآنیہ، احادیث نبوی، اور قواعد فقہاء سے مشہور و معروف ہے۔ کبھی وجوب کی حد تک اور کبھی رفع اثم کی حد تک ہے۔

5 محرمات کی اباحت حاجت کی وجہ سے بھی ہوتی ہے اور اس کو ضرورت کا قائم مقام قرار دیا جاتا ہے۔

6 جب کسی معاملہ میں شدید حرج لاحق ہو جائے، تو اس وقت بعض حاجات بھی ضروریات بن جاتے ہیں۔

7 ضرورت کی بہت قسمیں ہیں، ان میں ضرورت معتبرہ کی پانچ شرائط ہیں۔

8 ان دونوں کے قواعد کلیہ کی مکمل تحدید ممکن نہیں، ضروری قواعد لکھ دیئے گئے ہیں۔

9 یہ تأثیر انفرادی واجتماعی دونوں حالتوں میں معتبر ہوتی ہے۔

## حواشی ومصادر

1 قلعجی، محمدرواس، معجم لغة الفقهاء، دارالنفائس، قاهره، طبع دوم ،1988م، ج1ص281

2 الفراهیدی، أبوعبدالرحمن، خلیل بن أحمدکتاب العین، باب الصاد مع الراء، مکتبه ہلال، بدون التاریخ ص7

3 الزرکشی، أبوعبدالله، بدرالدین، المنثور فی القواعدالفقیه، وزاره کویت، طبع دوم 1985 ج2ص319

4 سیوطی، جلال الدین، عبدالرحمن بن أبی بکرالاشباه، مکتبه علمیه، طبع اول 1990م، ج1ص85

5 الحموی، أحمدبن محمدعیون البصائرشرح الاشباه والنطائر، العلمیه، طبع اول 1985م، ج1ص277

6 القزوینی، إبن فارس، احمدبن فارس، معجم مقایس اللغة، مادة، حوج، دارالفکر، 1979م ج2ص114

7 الشاطبی، ابراهیم بن موسی، الموافقات، دارابن عفان، 1997ھ، ج2ص21

8 الموسعة الفقهیة الکویتیة، الحاجة، وزاره اوقاف کویت، دارالسلاسل، مصر، 1427ھ ج28ص191

9 د/وهبة. الزحیلی، الفقه الإسلامی وادلته. دارالفکر، دمشق، بدون التاریخ، ج1ص104

10 المصری، محمدابوزهره، أصول الفقه، دارالکتب العلمیة، بیروت، 1999م، ص348

11 الموسوعه الفقهيه الكويتيه، ج32ص320

12 الموسوعة الفقهية،16ص245

13 البقرۃ:173

14 المائدۃ:3

15 الأنعام:119

16 الأنعام:145

17 النحل:115

18 الجصاص، أحمدبن على، أحكام القرآن، دار أحياء التراث العربى،1405هـ ج1ص157

19 البقرۃ:115

20 النساء:29

21 الشيبانى، أبوعبدالله، أحمدبن حنبل، مسندأحمد، موسسة الرسالة، بيروت طبع اول2001م حديث 21898

22 القزوينى، محمدبن يزيد، ابن ماجة، سنن ابن ماجة، أحياء الكتب العربى بدون طبع وتاريخ، حديث2341

23 الموافقات، ج6ص447

24 السبكى، تاج الدين، عبدالو هاب ، الأشباه والنظائر، مكتبه العلميه بيروت،1999م، ج1ص49

25 الفقه الإسلامى وأدلته، ج7ص261

26 الطبرى، محمد بن جر ير، جامع البيان فى تاويل القرآن، مكتبة الرسالة، طبع اول 2000م، ج3ص321

27 قاسمی، مجاہد الاسلام، جدید فقہی مباحث، ادارۃ القرآن کراچی، پاکستان ج14ص355

28 القرطبى، أبو عبدالله، محمدبن أحمد، الجامع الأحكام القرآن، دار الكتب المصرية، طبع سوم 1964م ج2ص234

29 الجصاص، أحمدبن على، الفصول فى الأصول، و زارة اوقات كويت،1994م، ج1ص406

30 الشامی،ابن عابدین محمدامین بن عمر،رد المحتارعلی الدر،دارالفکر،بیروت،طبع دوم 1992م ج 6ص389

31 البیھقی،أحمدبن الحسین،معرفة السنن والآثار،دارالوفاء،القاھرہ،طبع اول 1991م،حدیث نمبر4964

32 الموافقات، ج 2ص20

33 سیوطی،الأشباہ والنظائر، ج1ص85

34 *مصدر سابق*

35 العبسی،أبوبکر بن أبی شیبة،عبداللہ بن محمد،مصنف ابن أبی شیبہ، مکتبة الرشد،طبع اول1409ھ حدیث نمبر9786

36 عیون البصائرشرح الأشباہ والنظائر، ج1ص277

37 *ایضاً*

38 قواعد الفقیہ،زرکشی، ج2ص319

39 الطوفی،سیلمان بن عبدالقوی،شرح مختصر الروضة،مکتبة الرسالة بیروت،1987م، ج1ص460

40 الشوکانی،محمدبن علی،نیل الأوطار،دارالحدیث،طبع اول 1993م، ج8ص173

41 الفقہ الإسلامی وأدلتہ، ج4ص154۔